OPEN ACCESS

Social Sciences & Humanity Research Review

Crossref

Neo-Marxism: An Introduction and Its Application to Urdu Poetry and Literature

Prof. Dr. Rabia Sarfraz[1*]

[1]*Chairperson Department of Urdu and Oriental Languages, Govt. College University, Faisalabad.*

https://doi.org/10.63468/sshrr.410

ARTICLE INFO

Keywords: Neo-Marxism, Urdu Poetry and Literature, Ideology and Hegemony Class, Consciousness, Progressive Movement, Literary Criticism

Corresponding Author*:

Prof. Dr. Rabia Sarfraz

Chairperson Department of Urdu and Oriental Languages, Govt. College University, Faisalabad

Email:

Article History

Received: 17-04-2026

Revised: 28-04-2026

Accepted: 08-05-2026

Published: 21-05-2026

ABSTRACT

Neo-Marxism represents a modern reinterpretation and expansion of classical Marxist thought that emerged during the twentieth century in response to changing social, political, and cultural realities. Unlike classical Marxism, which primarily emphasized economic determinism and class conflict, Neo-Marxism broadens the scope of analysis by incorporating culture, ideology, media, language, psychology, and intellectual institutions into the study of society and literature. Thinkers such as Antonio Gramsci, Louis Althusser, Georg Lukács, Herbert Marcuse, and members of the Frankfurt School contributed significantly to the development of Neo-Marxist theory by exploring how dominant ideologies shape human consciousness and maintain systems of power and hegemony.

In Urdu poetry and literature, Neo-Marxist criticism offers a comprehensive framework for examining the relationship between literature and socio-political structures. Urdu literary tradition, particularly Progressive literature, has consistently reflected issues of exploitation, colonialism, feudal oppression, class disparity, political resistance, and the struggles of marginalized communities. Writers and poets such as Faiz Ahmed Faiz, Habib Jalib, Saadat Hasan Manto and Ahmed Nadeem Qasmi used literature as a means of challenging oppressive systems and articulating collective social consciousness. Through a Neo-Marxist lens, their works can be interpreted as ideological texts that expose the mechanisms of domination and advocate social transformation.

Moreover, contemporary Urdu literature increasingly engages with themes such as globalization, capitalism, urbanization, technological alienation, identity crises, and consumer culture, which further strengthen the relevance of Neo-Marxist criticism in modern literary studies. This theoretical approach not only deepens the understanding of literary representation and ideological discourse but also highlights the dynamic interaction between literature, culture, and power. Therefore, Neo-Marxism remains an influential

Copyright © 2025. SSHRR Published by Collaborative Educational Learning Institute
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

and productive critical methodology for analyzing both classical and contemporary trends in Urdu poetry and prose.

نومارکسیت: تعارف اور اردو شعر وادب پر اطلاق

انیسویں صدی میں کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز نے سرمایہ دارانہ نظام، طبقاتی کشمکش اور انسانی استحصال کے حوالے سے جو نظریات پیش کیے۔ انہوں نے دنیا کی سیاست، معیشت اور سماجیات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ مارکسزم نے صنعتی انقلاب کے بعد پیدا ہونے والے معاشی اور سماجی مسائل کی تشریح کی اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف مزدور طبقے کی جدوجہد کو نظریاتی بنیاد فراہم کی۔ تاہم وقت کے ساتھ دنیا کے حالات بدلتے گئے۔ سرمایہ داری نے خود کو نئے انداز میں منظم کیا، نوآبادیاتی نظام میں تبدیلی آئی، ذرائع ابلاغ اور ثقافت کی اہمیت میں اضافہ ہوا، اور سوشلسٹ ریاستوں کے تجربات نے بھی کئی نئے سوالات پیدا کیے۔ انہی بدلتے ہوئے حالات میں مارکسزم کی نئی تعبیرات سامنے آئیں جنہیں مجموعی طور پر ''نومارکسیت (Neo-Marxism) '' کہا جاتا ہے۔

نومارکسیت دراصل مارکسزم کی وہ جدید شکل ہے جو کلاسیکی مارکسزم کے بنیادی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے ان میں نئے سماجی، ثقافتی، نفسیاتی اور سیاسی عوامل شامل کرتی ہے۔ نومارکسی مفکرین نے صرف معیشت کو انسانی زندگی کا مرکز نہیں سمجھا بلکہ ثقافت، میڈیا، تعلیم، ادب، نفسیات اور نظریاتی اداروں کو بھی اہم قرار دیا۔ اس طرح نومارکسیت نے سماجی علوم، ادبی تنقید، ثقافتی مطالعات اور سیاسی فلسفے میں نئی جہتیں پیدا کیں۔

نومارکسیت دو الفاظ ''نیو'' (نیا) اور ''مارکسزم'' سے مل کر بنا ہے۔ اس سے مراد مارکسزم کی ایسی جدید تشریحات ہیں جو بیسویں صدی کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی حالات کے مطابق مارکسی نظریات کو نئے انداز میں سمجھنے کی کوشش کرتی ہیں۔

کلاسیکی مارکسزم میں معیشت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ مارکس کے مطابق معاشی ڈھانچہ (Base) ہی سماجی، سیاسی اور ثقافتی اداروں کو تشکیل دیتا ہے۔ لیکن نومارکسی مفکرین نے اس تصور کو زیادہ وسیع انداز میں دیکھا۔ ان کے نزدیک انسانی شعور، ثقافت، زبان، تعلیم، ذرائع ابلاغ اور نظریات بھی سماجی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

نومارکسیت سرمایہ داری کی صرف معاشی نہیں بلکہ ثقافتی اور ذہنی غلامی کی بھی تشریح کرتی ہے۔ یہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ جدید سرمایہ داری صرف مزدور کی محنت کا استحصال نہیں کرتی بلکہ میڈیا، تعلیم اور ثقافت کے ذریعے انسان کے شعور کو بھی اپنے تابع بنا لیتی ہے۔

انیسویں صدی میں یورپ میں صنعتی انقلاب کے نتیجے میں سرمایہ داری کو فروغ ملا۔ کارخانوں کی ترقی کے ساتھ مزدور طبقے کا استحصال بڑھا۔ کارل مارکس نے ان حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے طبقاتی کشمکش کا نظریہ پیش کیا۔ مارکس کے مطابق تاریخ مختلف طبقات کی جدوجہد کی تاریخ ہے، اور سرمایہ داری کا خاتمہ مزدور انقلاب کے ذریعے ہوگا لیکن بیسویں صدی میں صورتحال مارکس کی پیش گوئی سے مختلف نظر آنے لگی۔ یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں مزدور انقلاب برپا نہ ہو سکا۔ سرمایہ داری نے اپنے اندر اصلاحات پیدا کر لیں اور مزدوروں کو بعض حقوق دے دیے۔ اس کے ساتھ ساتھ فاشزم، نازی ازم اور جدید میڈیا نے عوامی شعور کو متاثر کرنا شروع کیا۔

1917ء کے روسی انقلاب نے مارکسزم کو عملی شکل دی، مگر سوویت یونین میں جوزف اسٹالن کے دور میں سخت آمریت پیدا ہوئی۔ اس صورتحال نے کئی دانشوروں کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ کیا مارکسزم صرف معاشی عوامل کے ذریعے سماج کی مکمل تشریح کر سکتا ہے یا نہیں۔

اسی سوال نے نومارکسیت کو جنم دیا۔ نومارکسی مفکرین نے مارکسزم کو جامد نظریہ بنانے کے بجائے اسے نئے حالات کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی۔ دو عالمی جنگوں نے یورپی معاشروں کو شدید بحران سے دوچار کیا۔ سرمایہ داری، قوم پرستی اور سامراجیت کے نئے روپ سامنے آئے۔ ان حالات میں مفکرین نے اس بات کا جائزہ لیا کہ عوام سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بغاوت کیوں نہیں کرتے۔ اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہوئے نومارکسی مفکرین نے ثقافت، میڈیا، تعلیم اور نظریاتی اداروں کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

نومارکسیت کسی ایک شخص کا نظریہ نہیں بلکہ مختلف مفکرین کے خیالات کا مجموعہ ہے۔ ان میں چند اہم نام درج ذیل ہیں:

انتونیو گرامشی (Antonio Gramsci) اطالوی مفکر اور سیاست دان تھا جسے نومارکسیت کا اہم بانی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے ''ثقافتی غلبہ (Cultural Hegemony) '' کا نظریہ پیش کیا۔ گرامشی کے مطابق حکمران طبقہ صرف طاقت کے ذریعے حکومت نہیں کرتا بلکہ تعلیم، مذہب، ادب اور میڈیا کے ذریعے عوام کے ذہنوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ عوام حکمران طبقے کی اقدار کو اپنی اقدار سمجھنے لگتے ہیں۔ اس طرح سرمایہ داری صرف معاشی نظام نہیں رہتی بلکہ ثقافتی طاقت بھی بن جاتی ہے۔ گرامشی نے ''نامیاتی دانشور (Organic Intellectual) '' کا تصور بھی پیش کیا۔ اس کے مطابق دانشوروں کا فرض ہے کہ وہ عوام میں شعور پیدا کریں اور ظلم کے خلاف جدوجہد کریں۔

"The starting-point of critical elaboration is the consciousness of what one really is, and is 'knowing thyself' as a product of the historical process to date." (1)

Copyright © 2025. SSHRR Published by Collaborative Educational Learning Institute
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

جارج لوکاچ(Georg Lukács) ہنگری کا فلسفی اور ادبی نقاد تھا۔اس نے ''شے پرستی (Reification) ''کا نظریہ پیش کیا۔اس کے مطابق سرمایہ دارانہ نظام میں انسان خود ایک شے بن جاتا ہے۔مزدور کی محنت اور شخصیت کی قدر ختم ہو جاتی ہے اور ہر چیز کو منافع کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

لوکاچ نے انسانی شعور کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ طبقاتی شعور کے بغیر انقلاب ممکن نہیں۔

"Orthodox Marxism, therefore, does not imply the uncritical acceptance of the results of Marx's investigations. It is not the 'belief' in this or that thesis." (2)

فرینکفرٹ اسکول(Frankfurt School) اسکول جرمنی کے دانشوروں کا ایک گروہ تھا جس نے نومارکسیت کو نئی فکری بنیادیں فراہم کیں۔اس اسکول کے اہم مفکرین میں شامل ہیں : میکس ہورکھیمر٬ تھیوڈور آڈورنو٬ ہربرٹ مارکوز٬والٹر بینجمن اور یورگن ہیبرماس۔ان مفکرین نے سرمایہ داری کے ثقافتی اور نفسیاتی پہلوؤں کا تجزیہ کیا۔

تھیوڈور آڈورنو اور میکس ہورکھیمر نے ''ثقافتی صنعت ''کا نظریہ پیش کیا۔ان کے مطابق سرمایہ دارانہ نظام فلم،موسیقی،ٹی وی اور میڈیا کے ذریعے عوام کے شعور کو کنٹرول کرتا ہے۔تفریح کے نام پر انسان کو غیر شعوری غلام بنا دیا جاتا ہے۔

ہربرٹ مارکوز(Herbert Marcuse) نے جدید صنعتی معاشرے پر تنقید کی۔اس کی مشہور کتاب One-Dimensional Man میں بتایا گیا کہ جدید سرمایہ داری انسان کی تنقیدی سوچ کو ختم کر دیتی ہے۔لوگ صرف صارف (Consumer) بن کر رہ جاتے ہیں۔مارکوز نوجوانوں،طلبہ اور اقلیتوں کو انقلابی قوت سمجھتا تھا۔

فرانسیسی مفکر لوئی التھیوسر(Louis Althusser) نے ''نظریاتی ریاستی ادارے (Ideological State Apparatuses) ''کا تصور پیش کیا۔اس کے مطابق ریاست صرف فوج اور پولیس کے ذریعے نہیں بلکہ اسکول،مذہب،خاندان اور میڈیا کے ذریعے بھی عوام کو کنٹرول کرتی ہے۔

اس نظریے نے ادبی تنقید اور ثقافتی مطالعات پر گہرے اثرات ڈالے۔

یورگن ہیبرماس(Jürgen Habermas) نے ابلاغ اور مکالمے کی اہمیت پر زور دیا۔اس کے مطابق جدید سرمایہ داری میں انسانی رابطے اور آزاد گفتگو محدود ہو جاتی ہے۔اس نے ''ابلاغی عمل (Communicative Action) ''کا نظریہ پیش کیا۔ہیبرماس نومارکسیت کو جمہوریت اور انسانی آزادی کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

کلاسیکی مارکسزم میں معیشت بنیادی عنصر تھی، لیکن نومارکسیت ثقافت کو بھی اہم سمجھتی ہے۔ادب، فلم، میڈیا، تعلیم اور مذہب انسانی شعور کو تشکیل دیتے ہیں۔نومارکسیت کے مطابق حکمران طبقہ صرف طاقت کے ذریعے نہیں بلکہ نظریات اور ثقافت کے ذریعے بھی غلبہ قائم رکھتا ہے۔

ذرائع ابلاغ سرمایہ دارانہ نظام کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اشتہارات اور تفریح انسان کو صارفیت کی طرف مائل کرتے ہیں۔نومارکسیت انسانی شعور اور نفسیات کو اہمیت دیتی ہے۔انقلاب صرف معاشی حالات سے نہیں بلکہ شعور کی بیداری سے ممکن ہوتا ہے۔نومارکسیت نے فلسفہ،نفسیات،سماجیات،ادبیات اور ثقافتی مطالعات کو آپس میں جوڑا۔

نومارکسیت نے ادبی تنقید کو بھی متاثر کیا۔نومارکسی نقاد ادب کو صرف جمالیاتی شے نہیں سمجھتے بلکہ اسے سماجی اور نظریاتی عمل قرار دیتے ہیں۔گرامشی،لوکاچ اور التھیوسر کے نظریات نے ادبی مطالعے میں نئے زاویے پیدا کیے۔ادب میں طبقاتی شعور،طاقت کے رشتے،ثقافتی غلبہ اور حاشیائی طبقات کے مسائل کو اہمیت دی جانے لگی۔اردو ادب میں ترقی پسند تحریک اور بعد کی تنقیدی روایت پر بھی نومارکسیت کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔

آج کے دور میں سرمایہ داری عالمی شکل اختیار کر چکی ہے۔میڈیا،سوشل میڈیا،کارپوریٹ کلچر اور صارفیت نے انسانی زندگی کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔نومارکسیت ان تمام عوامل کا تنقیدی جائزہ پیش کرتی ہے۔جدید دور میں درج ذیل شعبوں میں نومارکسیت کی اہمیت نمایاں ہے:

ثقافتی مطالعات٬میڈیا اسٹڈیز٬ادبی تنقید٬ مابعد نوآبادیاتی مطالعات٬ سبالٹرن اسٹڈیز٬ صنفی مطالعات اور گلوبلائزیشن کا تجزیہ۔

اگرچہ نومارکسیت نے جدید سماجی علوم میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اس پر بعض اعتراضات بھی کیے گئے۔بعض ناقدین کے مطابق نومارکسیت معیشت کے بجائے ثقافت پر زیادہ زور دیتی ہے۔کچھ لوگ اسے حد سے زیادہ نظریاتی اور پیچیدہ قرار دیتے ہیں۔بعض مفکرین کے مطابق نومارکسیت واضح انقلابی پروگرام پیش نہیں کرتی۔پوسٹ ماڈرنسٹ مفکرین نے اس کے بعض تصورات پر تنقید کی۔اس کے باوجود نومارکسیت آج بھی جدید تنقیدی نظریات میں اہم مقام رکھتی ہے۔

نومارکسیت مارکسزم کی جدید اور توسیعی شکل ہے جس نے سرمایہ داری کو صرف معاشی نظام نہیں بلکہ ثقافتی،نفسیاتی اور نظریاتی نظام کے طور پر سمجھنے کی کوشش کی۔اس نے یہ واضح کیا کہ جدید دنیا میں طاقت صرف دولت یا ریاستی جبر سے قائم نہیں رہتی بلکہ میڈیا، تعلیم،ادب اور ثقافت بھی اس عمل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

Copyright © 2025. SSHRR Published by Collaborative Educational Learning Institute
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

گرامشی، لوکاچ، فرینکفرٹ اسکول، التھیوسر اور ہیبرماس جیسے مفکرین نے نومارکسیت کو نئی فکری جہتیں عطا کیں۔ان نظریات نے سماجیات، فلسفہ، ادب، میڈیا اور ثقافتی مطالعات میں گہرے اثرات مرتب کیے۔آج کے دور میں جب سرمایہ داری عالمی سطح پر انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کر رہی ہے، نومارکسیت اس نظام کی تنقید اور انسانی آزادی کی جدوجہد کے لیے ایک اہم فکری وسیلہ سمجھی جاتی ہے۔

نومارکسیت (Neo-Marxism) ادب کو محض جمالیاتی یا تخیلاتی اظہار نہیں سمجھتی بلکہ اسے سماجی، ثقافتی، معاشی اور نظریاتی قوتوں کا مظہر قرار دیتی ہے۔نومارکسی تنقید کے مطابق ادیب اپنے عہد کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی نظام سے الگ نہیں ہوتا۔اس کی تحریر میں طبقاتی کشمکش، طاقت کے رشتے، ثقافتی غلبہ، استحصال، حاشیہ بندی، صارفیت اور نظریاتی جبر کسی نہ کسی صورت موجود ہوتے ہیں۔اردو شعر و ادب پر نومارکسیت کا اطلاق کرتے وقت درج ذیل پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔طبقاتی شعور' سرمایہ دارانہ نظام کی تنقید' حاشیائی طبقات کی نمائندگی' ثقافتی غلبہ' نظریاتی جبر' استحصالی نظام کے خلاف مزاحمتی شعور، مزدور، کسان اور محکوم طبقے کے مسائل اور ریاست، میڈیا اور طاقت کے اداروں کا کردار۔

اردو ادب خصوصاً ترقی پسند تحریک، جدید نظم، جدید افسانے اور مزاحمتی شاعری میں نومارکسی تنقید کے اطلاقات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔اردو ادب میں نومارکسی فکر کے ابتدائی آثار ترقی پسند تحریک میں ملتے ہیں۔ اگرچہ ترقی پسند تحریک براہِ راست مارکسزم سے متاثر تھی، لیکن بعد میں اس کے مطالعے میں نومارکسی زاویے بھی شامل ہوگئے۔ترقی پسند ادیبوں نے سرمایہ داری' جاگیرداری' سامراجیت' طبقاتی استحصال' کے خلاف آواز بلند کی۔

فیض کی شاعری صرف انقلابی نعروں تک محدود نہیں بلکہ اس میں ثقافتی جبر، نظریاتی غلامی اور انسانی آزادی کے مسائل بھی ملتے ہیں، جو نومارکسیت کے اہم مباحث ہیں۔

یہ داغ داغ اُجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں(3)

اس شعر میں آزادی کے بعد کے سماجی اور سیاسی نظام پر تنقید موجود ہے۔نومارکسی تنقید کے مطابق یہاں آزادی کے نام پر قائم ہونے والے نئے طاقتور طبقے کی ناکامی کو ظاہر کیا گیا ہے۔

حبیب جالب کی شاعری ریاستی جبر اور نظریاتی غلبے کے خلاف مزاحمت کی مثال ہے۔

ایسے دستور کو، صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں جانتا(4)

نومارکسیت کے مطابق یہ شعر ''آئیڈیالوجیکل اسٹیٹ اپریٹس ''یعنی ریاستی نظریاتی اداروں کے خلاف مزاحمت کا اظہار ہے۔

گرامشی کے نظریۂ ''ثقافتی غلبہ ''کا اطلاق اردو ادب پر بہت اہم ہے۔اس نظریے کے مطابق حکمران طبقہ صرف طاقت سے نہیں بلکہ ثقافت، زبان، تعلیم اور ادب کے ذریعے عوام کے شعور پر قابض رہتا ہے۔اردو ادب میں کئی تخلیقات اس ثقافتی غلبے کو بے نقاب کرتی ہیں۔

انتظار حسین کے افسانوں میں تہذیبی شکست، شناخت کا بحران اور ثقافتی زوال نمایاں ہے۔ مثلاً ''شہرِ افسوس ''میں جدید تہذیب کے انتشار اور انسان کی روحانی تنہائی کو دکھایا گیا ہے۔نومارکسی تنقید کے مطابق یہ جدید سرمایہ دارانہ تہذیب کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ثقافتی بحران ہے۔نومارکسیت ادب میں ان طبقات کی نمائندگی کو اہم سمجھتی ہے جو سماج میں دبے ہوئے یا نظرانداز کیے جاتے ہیں۔

منٹو کے افسانے سعادت حسن منٹو نے طوائف، مزدور، پاگل، تقسیم کے متاثرین اور محروم انسانوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔'' ٹھنڈا گوشت ''یہ افسانہ صرف جنسی یا نفسیاتی مسئلہ نہیں بلکہ تقسیم کے دوران انسانیت کے زوال اور طاقت کے حیوانی استعمال کی کہانی ہے۔'' کالی شلوار ''اس افسانے میں غربت، عورت کی مجبوری اور سرمایہ دارانہ سماج میں انسانی وقار کی پامالی دکھائی گئی ہے۔نومارکسی نقطۂ نظر سے منٹو سرمایہ دارانہ اور مردانہ طاقت کے نظام کو بے نقاب کرتے ہیں۔

جدید اردو نظم میں سرمایہ داری، صارفیت اور مشینی زندگی کے خلاف شدید ردعمل موجود ہے۔ ن۔م۔راشد کی شاعری میں جدید انسان کی بیگانگی اور روحانی تنہائی نمایاں ہے۔

زندگی سے ڈرتے ہو؟
زندگی تو تم بھی ہو(5)

نومارکسی تنقید کے مطابق جدید سرمایہ دارانہ نظام انسان کو اپنی اصل ذات سے دور کر دیتا ہے۔راشد کی شاعری اسی alienation یعنی بیگانگی کا اظہار ہے۔مجید امجد کی نظموں میں مشینی تہذیب اور معاشی عدم مساوات کے اثرات نمایاں ہیں۔ان کی شاعری میں مزدور، محروم انسان اور وقت کی بے رحمی کا احساس ملتا ہے، جو نومارکسی فکر کے قریب ہے۔

نومارکسیت نے عورت کے استحصال کو بھی طبقاتی اور ثقافتی جبر سے جوڑا۔اردو ادب میں نسائی ادب کا مطالعہ نومارکسی زاویے سے کیا جا سکتا ہے۔

Copyright © 2025. SSHRR Published by Collaborative Educational Learning Institute
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

کشور ناہید کی شاعری میں عورت کی آزادی اور پدر شاہی نظام کے خلاف مزاحمت موجود ہے۔

ہم گناہ گار عورتیں(6)

نومارکسی تنقید اس نظم کو سماجی اور ثقافتی جبر کے خلاف مزاحمت کے متن کے طور پر دیکھتی ہے۔ فرینکفرٹ اسکول کے مطابق جدید سرمایہ داری میڈیا اور ثقافت کے ذریعے انسان کو ذہنی غلام بناتی ہے۔ اردو کے جدید افسانوں اور ناولوں میں میڈیا، اشتہارات اور صارفیت کے اثرات نمایاں ہیں۔ نیلم احمد بشیر کے ناولوں اور افسانوں میں جدید شہری زندگی، میڈیا کلچر اور انسان کی تنہائی دکھائی دیتی ہے۔

نومارکسی تنقید کے مطابق یہ سرمایہ دارانہ معاشرے میں انسانی رشتوں کے ٹوٹنے کی علامت ہے۔ نومارکسیت کا تعلق مابعد نوآبادیاتی مطالعے سے بھی جڑتا ہے، کیونکہ سامراج صرف فوجی طاقت نہیں بلکہ ثقافتی غلبہ بھی قائم کرتا ہے۔ علامہ اقبال نے مغربی سرمایہ داری اور سامراج پر تنقید کی۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلادو(7)

یہ شعر طبقاتی استحصال اور معاشی نابرابری کے خلاف احتجاج ہے۔ نومارکسی مطالعے میں اقبال کو سامراجی اور سرمایہ دارانہ نظام کے ناقد کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔

اردو افسانہ طبقاتی تضادات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ غلام عباس ''آنندی'' جیسے افسانے میں سماجی منافقت اور طاقت کے ڈھانچوں کی تصویر کشی ملتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں دیہی زندگی، کسانوں کے مسائل اور جاگیردارانہ ظلم نمایاں ہے۔ نومارکسی تنقید ان افسانوں کو طبقاتی جدوجہد کے متن کے طور پر دیکھتی ہے۔

اردو تنقید میں بھی نومارکسی اثرات نمایاں ہیں۔ سجاد ظہیر٬ ڈاکٹر وزیر آغا٬ ڈاکٹر انور سدید٬ قمر رئیس اور گوپی چند نارنگ نے ادب کو سماجی اور ثقافتی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی۔ نومارکسی تنقید اردو ادب میں درج ذیل موضوعات پر خصوصی توجہ دیتی ہے:

طبقاتی شعور٬ مزدور اور کسان کے مسائل٬ عورت کا استحصال٬ ریاستی جبر٬ ثقافتی غلامی٬ سرمایہ دارانہ صارفیت٬ نوآبادیاتی اثرات٬ حاشیائی طبقات کی نمائندگی٬ میڈیا اور طاقت اور مزاحمتی ادب نومارکسیت کے اہم موضوعات ہیں۔ اردو شعر و ادب پر نومارکسیت کا اطلاق نہایت وسیع اور مؤثر ہے۔ یہ نظریہ ادب کو محض تفریح یا جمالیاتی تجربہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے سماجی شعور، ثقافتی جدوجہد اور طاقت کے نظاموں کی عکاسی قرار دیتا ہے۔

فیض، جالب، منٹو،، ن۔م۔ راشد، کشور ناہید، احمد ندیم قاسمی اور دیگر ادیبوں کی تخلیقات نومارکسی مطالعے کے لیے زرخیز مواد فراہم کرتی ہیں۔ ان تخلیقات میں طبقاتی تضادات، ثقافتی غلبہ، سرمایہ داری، عورت کی محرومی، ریاستی جبر اور انسانی آزادی جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔ اس طرح نومارکسیت اردو ادب کو نئے زاویۂ نظر سے سمجھنے میں مدد دیتی ہے اور یہ واضح کرتی ہے کہ ادب سماج، طاقت اور انسانی شعور کے باہمی تعلقات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

حوالہ جات

1. Gramsci, Antonio. Selections from the Prison Notebooks. Edited and translated by Quintin Hoare and Geoffrey Nowell Smith, International Publishers, 1971, p. 324.

2. Lukács, Georg. History and Class Consciousness: Studies in Marxist Dialectics. Translated by Rodney Livingstone, MIT Press, 1971, p. 1.

3۔ فیض، فیض احمد۔ نسخہ ہائے وفا۔ لاہور: مکتبۂ کارواں، 1984، ص 191۔

4۔ جالب، حبیب۔ کلیاتِ حبیب جالب٬ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2013، ص 245۔

5۔ راشد، ن۔م۔ کلیاتِ ن۔م۔ راشد۔ سنگِ میل پبلی کیشنز، 2002، ص 376

6۔ ناہید، کشور۔ لبِ گویا٬ لاہور: مکتبۂ دانیال، 1992، ص 58۔

7۔ اقبال، محمد۔ کلیات اقبال' لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1996' ص 295۔

REFERENCES

1.Gramsci, Antonio. Selections from the Prison Notebooks. Edited and translated by Quintin Hoare and Geoffrey Nowell Smith, International Publishers, 1971, p. 324.

Copyright © 2025. SSHRR Published by Collaborative Educational Learning Institute
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

2. Lukács, Georg. History and Class Consciousness: Studies in Marxist Dialectics. Translated by Rodney Livingstone, MIT Press, 1971, p. 1.

3. Faiz, Faiz Ahmad. Nuskha Haye Wafa.Lahore: Maktaba-e-Karwan, 1984, p. 191.

4. Jalib, Habib. Kulliyat-e-Habib Jalib. Sang-e-Meel Publications, 2013, p. 245.

5.Rashid, N. M. Kulliyat-e-N. M. Rashid. Sang-e-Meel Publications, 2002, p376.

6. Nahid, Kishwar. Lab-e-Goya.Lahore: Maktaba-e-Danyal, 1992, p. 5

7. Iqbal, Muhammad,Kulyat e iqbal,, Lahore, IqbalAcademyPakistan,1996,. P295

Copyright © 2025. SSHRR Published by Collaborative Educational Learning Institute
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.